پروفیسر خورشید عالم

چہرے کا پردہ اور ''حکمت قرآن''

[''نقطۂ نظر'' کا یہ کالم مختلف اصحاب فکر کی نگارشات کے لیے مختص ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

''الاقناع''، شمس الدین محمد بن احمد الشربینی الخطیب الشافعی کی مشہور کتاب ہے۔ وہ اس کتاب (۱:۱۸۶) میں فرماتے ہیں: '' آزاد عورت کا ستر چہرے اور ہاتھ کے جوڑ تک ہتھیلیوں کے اندر اور باہر کے ماسوا ہے، کیونکہ اللہ کا قول ہے: 'الا ما ظهر منها' جس کی تفسیر چہرے اور ہتھیلیوں سے کی گئی ہے۔ وہ اس لیے ستر نہیں، کیونکہ ان کو کھلا رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

''عمدة السالک'' شہاب الدین ابی العباس احمد بن النقیب المصری (۷۶۹ھ) کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے صفحہ (۴۹) پر ہے کہ ''ماسوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے عورت کا سارا بدن ستر میں شامل ہے۔''

''انوار المسالک فی شرح عمدة السالک'' شیخ محمد الغمراوی کی کتاب ہے۔ وہ عمدة السالک کے متن ''ماسوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے عورت کا سارا بدن ستر ہے'' کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: '' دونوں ہتھیلیوں کا اندرونی اور بیرونی حصہ ہاتھ کے جوڑ تک۔''

''فتح المعین'' علامہ شیخ زین الدین ابن عبدالعزیز الملیباری الشافعی (۹۸۷ھ) کی کتاب ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

'' آزاد عورت (خواہ چھوٹی ہو) کا ستر چہرے اور ہاتھ کے جوڑ تک ہتھیلیوں کے اندر اور باہر کے سوا ہے۔'' (۲۴۰)

میں نے فقہ شافعی کے امام اور متقدمین شافعی فقہا کی کتابوں کے حوالے زمنی ترتیب کے ساتھ پیش کر دیے

ہیں۔ان تمام حوالوں کونظر انداز کرتے ہوئے مضمون نگار نے دو ایک متاخرین فقہا کے حوالے پیش کیے ہیں۔انھوں نے ان حوالوں کو پیش کرتے وقت بھی دیانت وامانت کا خون کیا ہے۔جن کی مثال میں نیچے پیش کر رہا ہوں۔

ا۔''المبدع''میں ابن مفلح کا حوالہ دیتے وقت اس عبارت کو حذف کر دیا ہے جو ان کے تصور سے متعارض تھی۔ ''المبدع'' (۱:۳۶۳) میں 'المقنع' کے متن (چہرے کے سوا عورت کا سارا جسم ستر ہے) کی تشریح یوں کی ہے جیسے عورت کا سر اور پنڈلیاں۔اس بات پر اجماع ہے۔صاحب مضمون نے تشریح کی یہ عبارت حذف کر دی ہے اور غلط طور پر 'کلها عورة حتى ظفرها' کے قول کو قول مشہور کے طور پر ابن ہبیرہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔حالاں کہ میں اوپر ابن ہبیرہ کی اپنی تصنیف سے حوالہ دے چکا ہوں کہ وہ امام احمد کے اس قول کو مشہور سمجھتے ہیں جو جمہور فقہا کے قول سے مطابقت رکھتا ہے۔اسی حوالہ کے آخر میں ابن مفلح کا قول ہے کہ ابن تمیم نے ایک روایت کا ذکر کیا ہے کہ ''چہرہ ستر میں شامل ہے،جبکہ قاضی نے اس کے برعکس روایت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔''ان واضح الفاظ کو مضمون نویس نے اس لیے قلم زد کر دیا ہے کہ اس میں قاضی عیاض کے قول اور اس پر اجماع کا بیان ہے۔کیا یہ دیانت داری ہے؟

۲۔امام غزالی نے اپنی فقہ کی کتاب ''الوجیز''میں ستر کے بارے میں واضح موقف اختیار کیا ہے۔اس کو نظر انداز کر کے''احیاء علوم الدین'' کی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے جو انھوں نے آداب معاشرت کے سلسلہ میں''الاعتدال فی الغیرة'' کے عنوان سے لکھی ہے۔میں امام غزالی کی متعلقہ عبارت کا اردو ترجمہ نقل کر رہا ہوں اور جن جملوں کو صاحب مضمون نے حذف کیا ہے،ان کے نیچے خط کھینچ رہا ہوں تا کہ پتا چلے کہ کہاں کہاں کتر بیونت ہوئی ہے:

''پانچواں ادب معاشرت۔غیرت میں اعتدال۔عورت کو چاہیے کہ کسی ضرورت کے بغیر گھر سے نہ نکلے،کیونکہ سیر سپاٹے اور غیر ضروری کاموں کے لیے نکلنا شرافت کو بٹا لگاتا ہے اور بعض اوقات فساد کا باعث بنتا ہے۔پھر اگر گھر سے نکلے تو چاہیے کہ مردوں سے آنکھیں نیچی رکھے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق میں ایسے ستر ہے جیسے عورت کا چہرہ مرد کے حق میں،بلکہ اس کو ایسے جاننا چاہیے کہ جتنا صفاچٹ (امرد) لونڈے کا چہرہ مرد کے حق میں ہے کہ فتنہ کے خوف کے وقت مرد کو اس کا چہرہ دیکھنا حرام ہے،اسی طرح مرد کو عورت کا چہرہ فتنہ کے خوف کی حالت میں دیکھنا حرام ہے اور اگر خوف فتنہ نہیں تو حرمت بھی نہیں۔پرانے زمانوں سے مرد کھلے منہ پھرتے ہیں اور عورتیں نقاب ڈال کر نکلتی ہیں۔اگر مردوں کے چہرے عورت کے حق میں ستر ہوتے تو مردوں کو نقاب اوڑھنے کا حکم ہوتا یا عورتوں کو باہر نکلنے سے منع کر دیا جاتا۔''

خط کشیدہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب مضمون نے عبارت سیاق وسباق سے الگ کر کے پیش کی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.ghamidi.net

ایک حوالے میں تو انھوں نے ''ہم نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق میں ایسے ستر ہے جیسا عورت کا چہرہ مرد کے حق میں'' کا جملہ بغیر کسی سیاق وسباق کے پیش کیا ہے۔ صرف یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ گویا یہاں 'ستر عورۃ' کی بحث ہو رہی ہے۔ جبکہ ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ بات علمی دیانت کے منافی ہے۔ درحقیقت امام غزالی عورت کو باہر نکلتے وقت اسلامی آداب بتا رہے ہیں تاکہ غلط فہمی کی وجہ سے فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اور غیرت کا بے جا استعمال نہ ہو۔ وہ غیرت میں اعتدال کی تلقین کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں انھوں نے ایسی دلیل پیش کی ہے جو علما کے درمیان وجہ نزاع ہے۔ یعنی عورت تو مرد کو دیکھ سکتی ہے، مرد عورت کو نہیں۔ یہ مسئلہ مضمون کی پانچویں قسط میں ام سلمہ کے آزاد کردہ غلام نبہان کی روایت کے تحت بیان ہو چکا ہے۔ وہاں میں نے حدیث کا فنی تجزیہ کر کے بتایا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ نبہان مجہول ہے۔ اس کے ساتھ میں نے تفصیلاً بتایا ہے کہ یہ نقطۂ نظر سورۂ نور کی آیت ۳۰ اور سنت متواترہ کے خلاف ہے۔ وہاں پر یہ بحث دیکھی جا سکتی ہے۔ تکرار کی چنداں حاجت نہیں۔ قرآنی حکم کے تحت مرد اور عورت کی نگاہ میں کوئی فرق نہیں۔ دوسری جو امام غزالی نے عورتوں کے نقاب اوڑھنے کی بات کی ہے۔ انھوں نے صرف مشاہدہ کی بات کی ہے، شرعی طور پر اس پر بحث نہیں کی۔ اوپر انھوں نے عورت کے چہرے کو امرد کے چہرے سے تشبیہ دے کر بات ہی صاف کر دی ہے۔ حنفی فقہ کی مشہور کتاب ''ردالمختار علی درالمختار'' (۱:۲۹۹) میں ہے کہ ''عورت کے چہرے کا حکم خوب صورت امرد کے چہرے کی طرح ہے، بلکہ وہ اس سے بڑھ کر فتنہ کا باعث ہے جس طرح امرد کو شہوت کی نظر کے بغیر دیکھنا جائز ہے، اسی طرح عورت کو شہوت کی نظر کے بغیر دیکھنا جائز ہے'' (یہاں تک تو امام غزالی ہمارے موقف کی تائید کرتے ہیں)۔ صاحب ''ردالمختار'' فرماتے ہیں کہ کیونکہ شہوت کے بغیر امرد (صفاچٹ لونڈا) کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، اس لیے اسے نقاب اوڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ بالکل اسی طرح چونکہ شہوت کے بغیر عورت کا چہرہ دیکھنا بھی جائز ہے، اس لیے اسے بھی نقاب اوڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ امام غزالی نے مشاہدے کی بنیاد پر جو نتیجہ نکالا ہے، وہ ان کے اپنے دعویٰ کے خلاف ہے۔ پھر امام غزالی نے جو عورتوں کے نقاب اوڑھنے کا ذکر کیا ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ وجوباً نقاب اوڑھتی تھیں، جیسے صاحب مضمون کا موقف ہے۔ بلکہ امام شوکانی نے تو وضاحت کر دی ہے کہ ان کے لیے نقاب اوڑھ کر نکلنا جائز تھا نہ کہ واجب۔ بہر حال امام غزالی اور امام شوکانی کے بیانات سے بھی مضمون نویس کو اپنا موقف ثابت کرنے میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ امام غزالی کا عورت کے ستر کے بارے میں وہی موقف ہے جسے انھوں نے اپنی کتاب ''الوجیز'' میں 'ستر العورۃ' کے تحت بیان کیا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے بند تک ہتھیلیوں کو چھوڑ کر عورت کا سارا بدن ستر ہے۔ مضمون نویس نے اس حوالہ کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کیا ہے یا سہواً اس کی وضاحت کا ان کو حق

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

حاصل ہے۔

صاحب مضمون نے امام شوکانی کی ''نیل الاوطار'' کی چھٹی جلد کا حوالہ اس لیے دیا ہے کہ اس میں ان کو اپنے مزعومہ خیال کی جھلک نظر آتی ہے، مگر ''نیل الاوطار'' کی دوسری جلد (۲:۵۴) کو نظر انداز کر دیا ہے، کیونکہ وہاں انھوں نے زیر بحث موضوع پر براہ راست بات کی ہے جو ان کو اچھی نہیں لگی۔ یہاں امام شوکانی نے ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے: 'باب ان المراۃ کلھا عورۃ الا وجھھا و کفھا' (یہ باب اس بارے میں ہے کہ عورت کا سارا جسم سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے ستر ہے۔) امام شوکانی نے یہ عنوان باندھ کر اپنی ذاتی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ آزاد عورت کے ستر کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو چھوڑ کر اس کا سارا بدن ستر ہے۔ ہادی اور قاسم نے اپنے ایک قول میں اس رائے کا اظہار کیا ہے۔ امام شافعی نے اپنے ایک قول میں اور امام ابوحنیفہ نے ایک روایت میں یہی بات کہی ہے اور امام مالک نے بھی۔ ایک قول ہے کہ ستر میں دونوں پاؤں بھی شامل ہیں اور پازیب کا مقام بھی۔ قاسم کی اپنے دوسرے قول میں اور ابوحنیفہ کی اپنی دوسری روایت میں یہی رائے ہے۔ ایک قول ہے کہ چہرے کے سوا سارا بدن ستر ہے۔ امام احمد بن حنبل اور داؤد کا یہی مذہب ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کا سارا بدن ستر ہے اور یہ شافعی کے کچھ اصحاب کی رائے ہے اور احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت ہے۔ ان اقوال میں اختلاف کا سبب اللہ تعالیٰ کے قول 'الا ما ظھر منھا' کی تفسیر کا اختلاف ہے۔ امام شوکانی کی اس تفصیل سے چند باتوں کا پتا چلتا ہے:

۱۔ ستر کے لیے نص قطعی سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۱ ہے۔

۲۔ جمہور فقہا نے ماسوائے چند شافعی اصحاب اور احمد بن حنبل کی ایک روایت کے اس بات کی تائید کی ہے کہ چہرے اور ہتھیلیوں یا پھر صرف چہرے کو چھوڑ کر عورت کا سارا بدن ستر ہے۔

۳۔ ''سوائے چہرے کے سارا بدن'' اس بات کو امام احمد بن حنبل کا مذہب قرار دیا گیا ہے اور سارے بدن کو محض ان کی ایک روایت۔

اس واضح اور تفصیلی موقف کی موجودگی میں اس حوالہ کی کیا حیثیت ہے جو صاحب مضمون نے پیش کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عورت کو نقاب اوڑھنے کی اجازت تھی۔

مضمون نویس نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے جو دو حوالے دیے ہیں۔ ان پر میں چوتھی قسط میں خثعمیہ اور فضل بن عباس کی روایت کے تحت گفتگو کر چکا ہوں۔ وہاں حافظ ابن حجر کا موقف دیکھا جا سکتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.ghamidi.net

صاحب مضمون نے ''عون المعبود'' اور ''بذل المجهو د'' کے جو دو حوالے دیے ہیں۔ان کے بارے میں فقہ حنفی کے ضمن میں تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں۔ وہ حوالے فتنہ کی شرط سے مشروط ہیں۔ان میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ چہرہ اور ہاتھ ستر میں شامل نہیں۔ یہی اصل اور دائمی حکم ہے۔فتنہ ایک عارضی حالت ہے۔ جب شرط ختم ہوگی مشروط بھی ختم ہو جائے گا۔پھر صاحب مضمون کا موقف تو یہ ہے کہ عورت کے لیے چہرے کو چھپانا واجب ہے۔اس میں فتنہ اور غیر فتنہ کا کوئی دخل نہیں۔

صاحب مضمون نے 'سدل' کے بارے میں امام شافعی اور ابن قدامہ کے حوالے دے کر خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کیا ہے۔ چوتھی قسط کے جواب میں 'سدل' کے بارے میں میں تفصیلی گفتگو کر چکا ہوں۔اس کا خلاصہ بے محل نہ ہوگا:

ا۔'سدل' اور 'تغطیه' میں واضح فرق ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسماء کی روایت میں لفظ 'تغطیه' کو 'سدل' پر محمول کیا ہے۔'سدل' یہ ہے کہ سر کے اوپر سے فریم یا کسی اور طریقے سے کپڑا چہرے کے دائیں بائیں اس طرح لٹکا لیا جائے کہ وہ چہرے کو بالکل نہ چھوئے، اگر اس نے چہرے کو چھو لیا تو فدیہ واجب ہوگا۔صاحب ''عون المعبود'' نے اسے ناممکن قرار دیا ہے۔

۲۔فقہا نے 'سدل' کی اجازت اس شرط پر دی ہے کہ مرد عورتوں کے بالکل قریب سے گزر رہے ہوں اور ان کی وجہ سے عورتوں کو دقت محسوس ہو رہی ہو یعنی یہ اجازت صرف خاص حالات میں ہے۔

۳۔حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایسا کر لے۔یعنی یہ واجب نہیں صرف اجازت ہے۔

۴۔حضرت عائشہ نے ایک روایت میں 'سدل' سے منع کیا ہے اور لوگوں کا عمل اسی کے مطابق ہے۔یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب کی دو چار عورتوں کے سوا دنیا کی کوئی عورت اس پر عمل پیرا نہیں۔ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی کہ جس چیز پر عمل نہیں ہو رہا، اس کو بطور دلیل پیش کرنے پر مضمون نویس کیوں مصر ہے؟

قرآن حکیم سورۂ رعد (۱۳: ۱۷) میں یہ سنہری اصول پیش کرتا ہے: 'فاما الزبد فیذهب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض' ''سو جھاگ تو رائیگاں جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔'' ناقابل عمل چیز ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی۔

آخر میں محمد جواد مغنیہ کی ''الفقه علی المذاهب الخمسة'' (ص ۸۶) کا حوالہ پیش کرنا مناسب رہے گا۔موضوع کا عنوان ہے: ''عورت اور اجنبی''۔عورت کے لیے اجنبی آدمی سے کیا چھپانا واجب ہے؟ اس بات پر

اتفاق ہے کہ اس حالت میں عورت کا سارا جسم بجز چہرے اور ہتھیلیوں کے ستر میں شامل ہے، کیونکہ سورۂ نور میں ہے: 'لا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن'''اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو (عادتاً) کھلا رہتا ہے اور چاہیے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیں۔'' (۲۴:۳۱) کیونکہ ظاہری زینت سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔ جہاں تک سورۂ احزاب کی اس آیت کا تعلق ہے: 'ویدنین علیھن من جلابیبھن''' اپنے جلباب اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں یا نیچے کر لیا کریں۔'' (۳۳:۵۹) تو جلباب چہرے کو نہیں ڈھانپتا، بلکہ اس کا مطلب قمیص یا کھلا کپڑا ہے۔

چہرے کے پردے کے بارے میں صاحب مضمون نے غلط دعویٰ کیا ہے کہ اس پر تمام مسلمان علما کا اتفاق ہے۔ مذاہب اربعہ کے بارے میں میں نے جو تفصیل بیان کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول ہے کہ چہرے کا پردہ واجب نہیں۔ ان ائمہ نے دلیل کے طور پر تین باتیں کہی ہیں۔ ایک تو سورۂ نور کی آیت 'الا ما ظھر منھا' کا حوالہ اور ابن عباس کے قول سے اس کی تائید اور ابن عمر کی روایت کہ عورت حالت احرام میں نہ نقاب اوڑھے اور نہ دستانے پہنے اور اس سے یہ استدلال کہ اگر چہرے کا پردہ واجب ہوتا تو ان اعضا کو چھپانا حرام قرار نہ دیا جاتا۔

۲۔ ان ائمہ میں سے کسی نے اور نہ ہی متقدمین فقہا میں سے کسی نے فتنہ کی شرط لگائی ہے، بلکہ یہ تصریح ضرور کی ہے کہ قرآن میں غض بصر کا حکم فتنہ کو روکنے کے لیے ہے۔ جن متاخرین نے فتنہ کی شرط لگائی ہے ان میں سے بھی اکثر چہرے کو ڈھانپنا مستحب سمجھتے ہیں نہ کہ واجب۔

۳۔ امام احمد بن حنبل کا ایک قول ہے کہ عورت کا سارا بدن ستر ہے یہاں تک کہ عورت کو نماز میں بھی نقاب اوڑھنا چاہیے۔ کسی حنبلی فقیہ نے اس قول پر عمل نہیں کیا، بلکہ ان کے قول کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ مطلق قول 'الا ما ظھر منھا' سے مقید ہے۔ اس لیے اس میں چہرے کا استثنا شامل ہے۔ جہاں تک نماز کے اندر اور باہر کے ستر کا تعلق ہے، یہ بعض متاخرین کے ذہن کی اختراع ہے، امام احمد کا قول نہیں۔ امام موصوف کا مشہور اور بہترین قول پہلا قول ہے، جیسا کہ ابن قدامہ نے کہا ہے اور وہ ائمۂ ثلاثہ کے قول کے مطابق ہے۔

۴۔ مذاہب اربعہ کی فقہ کی کتابوں میں صرف قرآن حکیم کی سورۂ نور کی آیت 'الا ما ظھر منھا' اور ابن عباس کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے، بلکہ ابن نجیم نے ''البحر الرائق'' (۱:۲۸۴) میں یہاں تک کہا ہے کہ ''اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں، خواہ ابن مسعود اس کی تفسیر اوپر والے کپڑوں سے کرتے رہیں'' اور ابوبکر الجصاص نے یہاں تک کہا

www.javedahmadghamidi.com www.ghamidi.net

ہے کہ ''ابن مسعود کا قول بے معنی ہے، کیونکہ زینت سے مراد وہ عضو ہے جسے مزین کیا گیا ہو۔'' امام اوزاعی اور ابن حزم نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے۔ دور جدید کے فقہا ڈاکٹر یوسف القرضاوی اور شیخ محمد الغزالی کی بھی یہی رائے ہے۔

۵۔ صحابۂ کرام میں سے حضرت عائشہ اور ابن عمر کے اقوال ابن عباس کے قول کی تائید ہیں، جبکہ ابن مسعود کے قول کو کسی صحابی نے قبول نہیں کیا۔ تابعین عظام میں سے ابن سیرین اور حسن کے علاوہ تمام تابعین، مثلاً سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، مجاہد، قتادہ، عکرمہ، مسور بن مخرمہ، عبدالرحمان بن زید، جابر بن زید اور ضحاک نے ابن عباس اور ابن عمر کے قول کی تائید کی ہے۔ اس قول کو صاحب مضمون نے ضعیف قرار دیا ہے جس کا جواب دیا جا چکا ہے۔

۶۔ میں نے چھٹی قسط کے جواب میں 'الا ما ظھر منھا' کی تفسیر میں قدیم و جدید بیس مفسرین کا حوالہ دیا ہے جو اس آیت سے مراد چہرے اور ہتھیلیوں کا استثنا لیتے ہیں۔ کئی ایک دوسری تفاسیر کا حوالہ ابھی دینا باقی ہے۔ صاحب مضمون نے چھٹی قسط میں صرف ایک تفسیر ''زاد المسیر'' کا حوالہ دیا ہے جو ابن الجوزی کی تفسیر ہے اور اس حوالہ میں بھی انھوں نے علمی دیانت کا ثبوت نہیں دیا۔ اس تفسیر میں 'الا ما ظھر منھا' کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ اس کے بارے میں سات اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اوپر والے کپڑے ہیں۔ جسے ابوالاحوص نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے اور ایک اور متن میں اس سے مراد چادر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہتھیلی، انگوٹھی اور چہرہ ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ اس سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے۔ ان دونوں اقوال کو سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کنگن، انگوٹھی اور سرمہ ہے۔ یہ مسور بن مخرمہ کا قول ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد سرمہ، انگوٹھی اور خضاب / مہندی ہے۔ یہ مجاہد کا قول ہے۔ چھٹا قول حسن کا ہے کہ اس سے مراد انگوٹھی اور کنگن ہیں۔ اور ساتواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔ گویا کہ ایک طرف عبداللہ بن مسعود کا قول جسے ابوالاحوص جیسے مدلس نے روایت کیا ہے اور دوسری طرف چھ اقوال جسے سعید بن جبیر، مسور بن مخرمہ، مجاہد، حسن اور ضحاک کے پائے کے تابعین نے روایت کیا ہے۔ اس کے آگے جس عبارت کا حوالہ صاحب مضمون نے دیا ہے، وہ ابن الجوزی کے الفاظ نہیں، بلکہ قاضی ابویعلیٰ کے الفاظ ہیں جنھوں نے امام احمد کے قول کا ذکر کیا ہے۔ اس قول پر پہلے بحث گزر چکی ہے۔

۷۔ محدثین میں ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، طبرانی، بیہقی اور ذھبی نے اس نقطۂ نظر کی تائید کی ہے۔ ابوداؤد کی روایت کی تقویت، منذری، زیلعی، عسقلانی اور شوکانی کے پائے کے محدثین نے کی ہے۔ دور جدید کے سب سے بڑے

محدث امام ناصر الدین البانی نے اس حدیث اور ابن عباس کے قول کی بڑھ چڑھ کر تائید کی ہے۔ ان کی کتاب ’’جلباب المراۃ المسلمہ‘‘ نے مخالفین کو لاجواب کر دیا ہے۔

۸۔ امام جعفر صادق کے قول اور ’’الفقہ علی المذاہب الخمسۃ‘‘ کے مصنف محمد جواد مغنیہ کا حوالہ میں اپنے مضمون میں پیش کر چکا ہوں۔ اسی بنیاد پر قاضی عیاض کے پائے کے محدث نے اس نقطۂ نظر کے بارے میں اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

۹۔ میں نے تفسیر، حدیث اور فقہ کے میدان میں ائمہ کے حوالے تفصیل سے دیے ہیں، اس کے باوجود صاحب مضمون کا یہ دعویٰ کہ چہرے کے پردے کے وجوب کے بارے میں تمام مسلمان علما کا اتفاق ہے، کس قدر غلط ہے؟ بالفاظ دیگر مذکورہ بالا مفسرین، محدثین اور فقہا کا شمار ان کے نزدیک علما میں نہیں ہوتا، بلکہ علما ان کے نزدیک صرف دو چار متاخرین یا سعودی عرب کے مفتی ہیں۔

۱۰۔ ان کا یہ دعویٰ بھی سراسر نادرست ہے کہ احادیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عورتیں عہد رسالت، صحابہ اور تابعین کے دور میں اپنا چہرہ چھپاتی تھیں۔ انھوں نے اپنی سات قسطوں میں جو دلائل پیش کیے ہیں، ان کا جواب تو میں نے قسط وار دے دیا ہے۔ جہاں تک احادیث مبارکہ کا تعلق ہے تو انھوں نے صرف اور صرف پانچ حدیثوں پر بات کی ہے۔ ان حدیثوں پر ان کی تنقید کا جواب میں نے انتہائی مدلل طریقے سے دے دیا ہے۔ جس کتاب کو بنیاد بنا کر انھوں نے یہ پانچ احادیث نکالی تھیں، وہ علامہ البانی کی تصنیف ’’جلباب المراۃ المسلمہ‘‘ ہے۔ اس میں مصنف نے صفحہ ۶۰ سے لے کر صفحہ ۷۳ تک تیرہ احادیث کو چہرے کے پردے کے عدم وجوب کے بارے میں پیش کیا ہے۔ صرف پانچ حدیثوں پر تنقید کر کے صاحب مضمون کے علم کے خزانے خالی ہو گئے اور ان کی ہمت جواب دے گئی ابھی تو آٹھ احادیث اور سولہ آثار (صفحہ ۹۶ سے لے کر صفحہ ۱۰۳) باقی ہیں۔ مصنف کا دعویٰ ہے کہ ان احادیث اور آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت اور اس کے بعد کے ادوار میں عورتوں کے لیے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا جائز تھا۔ مجھے امید ہے کہ مولوی محمد زبیر سلفی صاحب ان باقی ماندہ آٹھ احادیث اور سولہ آثار کے بارے میں اپنے علمی کمالات کا اظہار فرما کر اپنے تواتر عملی کے دعویٰ کا کوئی ثبوت پیش کریں گے۔

۱۱۔ تواتر عملی کا دعویٰ کرنے سے پہلے کاش صاحب مضمون تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے۔ طبقات ابن سعد، اسد الغابہ اور الاصابہ کی آخری جلدوں کا اور اسماء الرجال کی کتابوں کا مطالعہ کر لیتے تو انھیں پتا چلتا کہ خواتین عہد نبوت اور بعد کے ادوار میں کھلے چہروں کے ساتھ دینی، ادبی، ثقافتی اور عملی سرگرمیوں میں حصہ لیتی رہی ہیں۔ وہ

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

جہاد میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ ان کو پانی پلاتی تھیں۔ مسجد کے اندر پنج گانہ اور جمعہ کی نمازوں، مسجد سے باہر نماز استسقا اور عیدین میں شرکت کرتی تھیں۔ درس و تدریس میں حصہ لیتی تھیں۔ روایت حدیث اور اجازت حدیث میں ان کا مقام منفرد تھا۔ شعر و ادب میں خنساء، سعدیٰ، صفیہ، امامہ، صفیہ بنت حارث، ارویٰ، عاتکہ بنت زید، ام ایمن، کبشہ بنت رافع، میمونہ بلویہ اور رقیہ نامور ہیں۔ خنساء تو صاحب دیوان ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور آپ 'ھیة یا خنیس' کہہ کر ان کا استقبال کرتے اور شعر کی فرمایش فرماتے۔ صنعت و حرفت، تجارت میں شریک ہوتی تھیں۔ انصار کی عورتیں نخلستانوں میں کاشت کاری کھلے منہ سے کرتی تھیں جس طرح ہمارے دیہات کی سترفی صد آبادی میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں۔ ہمارے ہی ملک پر منحصر نہیں کھیتی باڑی کا کام ہر جگہ ہر ملک میں مرد اور عورتیں مل جل کر کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بغیر یہ کام چل ہی نہیں سکتا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر سر پر ٹوکری رکھ کر مدینہ سے دو ڈھائی کلو میٹر دور حضرت زبیر بن عوام کے گھوڑے کے لیے چارہ بنا کر لاتی تھیں۔ میرا مشورہ ہے کہ صاحب مضمون اس سلسلہ میں عمر رضا کحالہ کی ''أعلام النساء'' کا مطالعہ ضرور کریں۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net